جے کے پبلک اسکول

ہمہامہ بڈگام

جماعت: نہم

سیشن: ۲۰۲۴ء-۲۰۲۵ء

یونٹ اول

انسان کامل

خلاصہ

حضرت محمد ﷺ آج سے چودہ سو برس پہلے عرب میں ایک معزز خاندان قریش میں پیدا ہوئے، اُن کے پیدا ہونے سے چند ماہ پہلے اُن کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوگیا۔ چھ سال کی عمر میں ماں حضرت آمنہ بھی انتقال کرگئیں۔اب حضرت محمد ﷺ کی پرورش اُنکے دادا کرنے لگے۔دو سال بعد دادا بھی چل بسے اس کے بعد ان کی کفالت کی ذمہ داری چچا ابو طالب نے اپنے ذمہ لی۔انہوں نے پیارے نبیؐ کو بہت سے ملکوں کی سیر کرائی اسطرح سے حضرت محمد ﷺ کو بہت سے ملکوں کو دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔اسطرح سے پیارے نبیؐ کو تجارت کا اچھا تجربہ مل گیا۔

آپ نے اپنی شرافت، دیانت، انسان دوستی اور ہمدردی کی بدولت لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا۔ دوست، دشمن سب انہیں صادق اور امین کہنے لگے۔آپ کی ذات میں تمام اوصاف حمیدہ بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اس لئے انسان کامل کا لقب صرف اور صرف ان کی شخصیت کے ساتھ منسلک کرنا موزوں ہے۔ان کے دل کو حق کی تلاش تھی۔لوگ راہِ حق سے دور ہوگئے تھے۔انہوں نے ساری انسانیت کو معرفت الٰہی اور خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار فرمایا۔

مصنف کا حوالہ دیکر سیاق وسباق کے ساتھ درج ذیل پیرا کا مفصل لکھئے۔

''دل کی آنکھیں تو قدرت نے ابتدا سے روشن کی تھیں..........................ان کے کردار میں پاکیزگی اور شرافت پیدا ہو''

تشریح:

یہ پیرا ڈاکٹر غلا السّیدین کے سیرتی مضمون ''انسان کامل'' سے لیا گیا ہے۔اس مضمون میں حضرت محمد ﷺ کی ابتدائی زندگی کے حالات بیان کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں کہ مشیت خداوندی نے کس صورت حال میں حضرت محمد ﷺ کی پرورش اور تربیت کی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے دل مبارک کو پہلے ہی روشن کردیا تھا۔ باہری آنکھوں سے لوگوں کی بری حالت اور برے راستوں پر چلنے کا حال دیکھ کر آ کا دل مبارک رنجیدہ ہوگیا وہ

صرف اور صرف اس سوچ میں تھے کہ کس طرح انسانیت کو صحیح راستے پر لایا جائے اور اس کے علاوہ اُن میں پاکیزگی، شرافت، دیانت، مروت، انسان دوستی جیسی صفات کو کیسے اُجاگر کیا جائے۔

سوال: انسان کامل سے کیا مراد ہے؟

جواب: وہ شخص جس میں تمام انسانی صفات موجود ہوں جو ہر لحاظ سے ایک مکمل انسان ہو، جس کا ہر کام، ہر قدم، ہر سانس اللہ کے لئے ہو جس کی شرافت، ہمدردی، انسان دوستی، خلوص، دیانت داری وغیرہ جیسے صفات موجود ہوں انسان کامل کہلاتا ہے۔ پیارے نبیؐ کی شخصیت میں یہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اسی لئے اُن کی ذات مبارک کے لئے انسان کامل کا خطاب سب سے زیادہ موزوں ہے۔

سوال نمبر ۱۔ حضرت محمد ﷺ کو زندگی کے ابتدائی دور میں کن مشکلات سے سابقہ پڑا؟

جواب۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے ابتدائی دور میں ہی والدین کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا۔ پیدائش سے کچھ مہینے پہلے ہی والد محترم چل بسے اور چھ برس کی عمر میں والدہ محترمہ کا سایہ بھی ان کے سر سے اٹھ گیا۔ پھر آپؐ کی پرورش کی ذمہ داری آپؐ کے دادا نے اٹھائی لیکن دو سال کے اندر ہی دادا جان کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد آپؐ اپنے چچا کی سرپرستی میں آئے۔ اس طرح ان کی زندگی کا ابتدائی دور مشکلات میں گزرا۔

سوال نمبر ۲۔ کن خصوصیات کی بناء پر حضرت خدیجہ آپ ﷺ سے متاثر ہوئیں؟

جواب۔ عرب کی ایک نہایت شریف اور باحیا بیوہ خاتون حضرت خدیجہؓ نے اپنی تجارت کا انتظام آپؐ کے حوالے کر دیا۔ جب حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی ایمانداری اور امانت داری کا خود مشاہدہ کیا تو وہ کافی متاثر ہو گئیں اور اپنی طرف سے ان کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

سوال نمبر ۳۔ معرفت اور خدمت خلق کی وضاحت کیجیے؟

جواب۔ انسان کامل میں معرفت الٰہی اور خدمت خلق جیسی صفات خاصی اہمیت کی حامل ہیں۔ معرفت الٰہی کے معنی ہیں خدا شناسی یا خدا کو پہنچاننا۔ خدا کو پہچاننے کے لئے عبادت ریاضت، تقوی، پرہیزگاری جیسی صفات اپنے اندر پیدا کرنا لازمی ہیں۔ ان ہی اوصاف کی بدولت انسان ان اعلیٰ صفات اور اقدار کو پا سکتا ہے جو معرفت الٰہی کے درجے تک انسان کو پہنچا سکتے ہیں۔

خدمت خلق بھی ایک اہم صفت ہے۔ اس سے مراد اہے لوگوں کی خدمت کرنا۔ خدا کی مخلوق کی کردار سازی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو اندھیرے سے نکال کر اجالے کی طرف لے آنا، بے سہاروں کو سہارا دینا، مظلوم، بے بس اور محکوم انسانوں کی مدد کرنا، اپنی خوشی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوسروں کی تکلیفوں کو دور کرنا، اپنا چراغ جلا کر دوسروں کو روشنی فراہم کرنا خدمت خلق ہے۔ چناچہ خود تکالیف اور مشکلات سے گزر کر دوسروں کو سکھ اور آرام پہنچانا ہی خدمت خلق ہے۔

----- خواجہ غلام السیّدین ----- (۱۹۰۴ – ۱۹۷۱)

خواجہ غلام السیّدین پانی پت میں ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ غلام الثقلین تھا جو خواجہ الطاف حسین حالؔی کے نواسے تھے۔ آپ بچپن سے ہی بڑے ذہین تھے۔ دسویں جماعت سے لیکر بی۔ اے تک ہر امتحان میں اول آئے۔ سرکاری طرف سے آئی سی ایس کرنے کے لئے انگلستان بھیجے گئے لیکن آپ کو انتظامی امور سے زیادہ درس وتدریس کا کام زیادہ پسند تھا۔ اس لئے آپ نے وہاں ایم۔ ایڈ کی ڈگری امتیاز کے ساتھ حاصل کی اور واپس آکر علی گڑھ میں انگلش اسکول کے سربراہ مقرّر رہوئے۔ پھر آپ ٹیچرس ٹریننگ کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے بُلائے گئے وہاں سے ریاست رام پور میں مُشیرِ تعلیم کی حیثیت سے بُلائے گئے۔ اس کے بعد آپ کشمیر میں ناظمِ تعلیم مقرّر رہوئے۔ حکومتِ ہند کی وزارتِ تعلیم کے مشیر اور جوائنٹ سیکرٹری کے عہدوں پر بھی آپ نے کام کیا ہے اور اس کے علاوہ آپ نے امریکہ کی مختلف یونیورسٹیوں میں مُشیر اور پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے چند دن کی علالت کے بعد ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کو علی گڑھ میں ہی وفات پائی۔

خواجہ غلام السیّدین ایک نامور اور تجربہ کار ماہرِ تعلیم تھے۔ اُنہیں تحریر و تقریر دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ انہوں نے زیادہ تر انگریزی زبان میں لکھا۔ آپ کی تحریر دل کش، سادہ اور پُر اثر ہونے کے ساتھ ساتھ شیریں ہے۔ آپ کی طبیعت میں بھی شیرینی اور مزاج میں خلوص تھا۔ آپ ایک سچے اور قول وفعل کے اعتبار سے پکے معلّم تھے۔ آپ نے ساری عمر پڑھنے اور پڑھانے میں گزاری۔ نوجوانوں کی تربیت کا شوق اور جذبہ اُن میں بے انتہا تھا جس کا ثبوت اُن کی تحریروں میں ملتا ہے۔ اردو میں روحِ تہذیب، آندھی میں چراغ، اصولِ تعلیم اور قومی سیرت کی تشکیل وغیرہ آپ کی قابلِ قدر تصانیف ہیں۔

اردو کہاں پیدا ہوئی

خلاصہ

اردو ایک مخلوط زبان ہے دسویں صدی عیسوی میں مسلمان ہندوستان آئے اور اپنی حکومت قائم کی اس وقت ہندوستان میں برج بھاشا بولی جاتی تھی۔ مسلمانوں کے ہندوستانیوں کے ساتھ تعلقات پیدا ہوئے۔ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے الفاظ برج بھاشا میں داخل ہونے لگے، آہستہ آہستہ ایک نئی بولی وجود میں آ گئی، جس کو اردو کہا جانے لگا، اس بولی میں جدید ہند آریائی زبانوں کے الفاظ بھی ملتے گئے بعد میں ان جدید ہند آریائی زبانوں میں سے اردو ابھر کر آئی بعد میں یہی زبان ترقی کرتے کرتے اعلیٰ منزلوں سے ہمکنار ہوئی اردو کی جائے پیدائش کے متعلق مختلف نظریے پیش کئے جاتے ہیں تاہم عام اور قابل قبول نظریہ پروفیسر مسعود حسین خان کا ہے۔ اُن کے مطابق اردو دلی اور اس کے گردونواح میں پیدا ہوئی۔

یاد رکھنے کی باتیں

۱۔ اردو دکن میں پیدا ہوئی یہ نظریہ نصیر الدین ہاشمی کا ہے۔

۲۔ جعفر زٹلی نے اردو کو ہندری کا نام دیا ہے۔

۳۔ ملا وجہی نے اپنی کتاب سب رس میں اردو کو ہندری کے ساتھ ساتھ زبان ہندوستان بھی کہا ہے۔

۴۔ امیر خسرو اردو کے پہلے شاعر ہیں۔

۵۔ پروفیسر مسعود حسین خان انے اردو کی جائے پدائش دہلی اور اسکے گردونواح کا علاقہ قرار دیا ہے۔

۶۔ اردو برج بھاشا سے نکلی ہے یہ نظریہ محمد حسین آزاد کا ہے۔

۷۔ مسلمانوں کے ہندوستان میں داخل ہونے سے پہلے شمالی ہندوستان کی سب سے زیادہ استعمال کی جانے والی زبان برج بھاشا تھی۔

۸۔ اہل گجرات نے اردو کو گجراتی کہا ہے۔

۹۔ اردو سندھ میں پیدا ہوئی یہ خیال سید سلیمان ندوی کا ہے۔

۱۰۔ اردو اور کشمیری دونوں مخلوط زبانیں ہیں۔

۱۱۔ اردو زبان کو ریختہ کا نام دلی والوں نے دیا۔

۱۲۔ ڈاکٹر سنیتی کمار چٹر جی ایک ماہر زبان کی حیثیت سے مشہور ہیں۔

۱۳۔ اردو برصغیر کی واحد زبان ہے جس کا کوئی علاقہ یا مقام متعین نہیں۔

لسانیات (Linguistics): لسانیات زبان کے سائینسی مطالعہ کا نام ہے جس میں زبان کی ساخت کا سائینسی مطالعہ کیا جاتا ہے۔علم لسانیات ایک یا کئی زبانوں کے مطالعے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ان تمام زبانوں کی ساختوں کا سائینسی تجزیہ کہا جاسکتا ہے جو پوری نسل انسانی اپنے ترسیلی خیالات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

مخلوط زبان: مخلوط زبان اُس زبان کو کہتے ہیں جس میں کئی زبانوں کے الفاظ شامل ہو گئے ہوں جسے اردو ایک مخلوط زبان ہے اس میں سنسکرت، برج بھاشا، فارسی، عربی اور ترکی کے ہزاروں الفاظ شامل ہیں۔

دکنی اردو: اردو ہندوستان اور پاکستان کے ہر حصے اور ہر علاقے میں بولی جاتی ہے لیکن ہر علاقے میں اس کا اپنا روپ ہے دکن میں بولی جانے والی اردو دکنی اردو کہلاتی ہے۔

سوال: اردو اور کشمیر میں شامل چند مشترکہ الفاظ اپنی کاپی پر لکھئے:

جواب: اردو اور کشمیری میں شامل چند مشترکہ الفاظ یوں ہیں، مثلاً آب آفتاب صندوق باغ مکان آسمان کتاب وغیرہ

سوال ۱: سوچ کر بتایئے کہ درج ذیل زباتیں کہاں بولی جاتی ہیں؟

کشمیری زبان:۔ زبان وادی کشمیر میں بولی جاتی ہے۔

ڈوگری زبان:۔ صوبہ جموں اور ان علاقوں میں جن کی سرحدیں جموں سے ملتی ہیں ڈوگری زبان بولی جاتی ہے۔

ملیالم:۔ یہ زبان ریاست کیرل میں بولی جاتی ہے۔

کنڑ:۔ یہ زبان ریاست کرناٹک اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں بولی جاتی ہے۔

تامل:۔ یہ زبان ریاست تامل ناڑو میں بولی جاتی ہے۔

پنجابی:۔ یہ زبان ہندوستان پنجاب (مشرقی پنجاب) اور پاکستان پنجاب (مغربی پنجاب) میں بولی جاتی

ہے۔لیکن پاکستان میں اسے اردو یا فارسی رسم الخط میں لکھا جاتا ہے جبکہ ہندوستان می دیوناگری رسم الخط میں۔

سندھی:۔ یہ زبان علاقہ سندھ (پاکستان) میں بولی جاتی ہے۔

سوال۲:۔ برصغیر ہندوپاک کو زبانوں کا عجائب گھر کیوں کہا گیا ہے؟

جواب برصغیر ہندوپاک کو زبانوں کا عجائب خانہ اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ عجائب خانہ میں عجیب اور مختلف قسم کی چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ برصغیر ہندوپاک کے ہر صوبے میں بے شمار چھوٹی بڑی زبانیں، بنگال، کرناٹک میں کنڑ اور یہی حال پاکستان کا بھی ہے، ایک اندزے کے مطابق ہندوپاک میں ڈھائی ہزار سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں، اسی لئے مصنف نے برصغیر ہندوپاک کو زبانوں کا ایک عجائب خانہ کہا ہے۔

غزل

غزل تمام دنیا کی شاعری میں سب سے زیادہ لچکدار صنفِ سخن ہے۔قدیم شعراء کے نزدیک غزل کے لغوی معنیٰ محبوب سے التفات کی باتیں کرنا ہیں۔لیکن جہاں تک میرؔ، حالیؔ اور اقبالؔ کا تعلق ہے انہوں نے غزل کو تنگ و تاریک اور محدود دائرے سے نکال کر کسی بھی موضوع کو بیان کرنے کی غزل میں وسعت پیدا کر دی۔حالانکہ آج غزل میں وہ تمام حالات و واقعات اور جذبہ و احساسات جگہ پا چکے ہیں جن کا رشتہ انسان کے دل و دماغ سے ہے۔احساسات و جذبات کے علاوہ غزل میں فکر کا عنصر بھی داخل ہو گیا۔ نئی غزل کا شاعر صرف وہی پیش نہیں کرتا جو کچھ وہ محسوس کرتا ہے بلکہ وہ بھی پیش کرتا ہے جو سوچتا ہے جو دیکھتا ہے اسی لئے رشید احمد صدیقی نے کہا ہےِ ’’غزل اردو شاعری کی آبرو ہے‘‘۔

اصطلاح شعر میں غزل ان اشعار کو کہتے ہیں جن میں شعر کے دونوں اور بقیہ اشعار کے دوسرے مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔غزل کے پہلے شعر کو ’مطلع‘ اور دوسرے کو ’حسن مطلع‘ یا ’زیب مطلع‘ اچھے شعر کو بیت الغزل یا شاہ بیت اور آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔غزل کا ہر شعر موضوع کے لحاظ سے الگ الگ ہوتا ہے۔ کچھ غزلوں میں موضوع کی وحدت پائی جاتی ہے اور شاعر ایک ہی موضوع کے مختلف پہلوؤں کو تسلسل کے ساتھ بیان کرتا ہے اس غزل کو غزل مسلسل کہتے ہیں۔جس غزل میں ردیف نہ ہو اور صرف قافیے ہوں اس کو ’غیر مردف‘ کہتے ہیں۔بحر اور ردیف جس کے لحاظ سے غزل کہی جاتی ہے اسے غزل کی ’زمین‘

کہتے ہیں۔ میرؔ، غالبؔ، آتشؔ کے علاوہ اقبالؔ، فیضؔ، ناصرؔ غزل کے سرتاج شعراء مانے جاتے ہیں۔

فراق گورکھپوری

فراق گورکھپوری کا شمار اردو کے ممتاز ترین غزل گو شاعروں میں کیا جاتا ہے ان کا اصلی نام رگھو پتی سہائے تھا۔ ۱۸۹۶ء میں گورکھپور میں پیدا ہوئے اردو، فارسی اور انگریزی زبانوں پر پوری دسترس رکھتے تھے انگریزی میں ایم۔اے کیا اور الہٰ آباد یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر بن گئے۔ تیرہ برس کی عمر سے شعر کہنے لگے، وہ شاعری کے علاوہ تنقیدی مضامین بھی لکھتے تھے ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ''اندازے'' اور ان کی کتاب اردو کی عشقیہ شاعری تاثراتی تنقید کی اہم مثالیں ہیں۔

فراق گورکھپوری کے کلام کے کئی مجموعے شائع ہوئے جن میں روح کائنات، رمز و کنایات اور گل نغمہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اُن کی رباعیوں کا مجموعہ ''روپ'' بھی بہت مشہور ہے فراق گورکھپوری کو ۱۹۶۰ء میں ساہتیہ ایوارڈ دیا گیا۔ ۱۹۶۸ء میں انہیں پدم بھوشن کا خطاب ملا اور ۱۹۶۹ء میں ملک کا سب سے بڑا ادبی اعزاز گیان پیٹھ عطا کیا گیا۔ فرق گورکھپوری ۱۹۸۲ء میں انتقال کر گئے۔ فراق گورکھپوری کی شاعری میں ایسی لطافت اور دلکشی پائی جاتی ہے جو اس عہد میں دوسرے کے یہاں نہیں ملتی۔ فراق گورکھپوری نے اردو غزل کو انسان کے دل کی دھڑکنوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ وہ انگریزی کے رومانی شاعروں؛ ورڈز ورتھ، شیلی، کیٹس وغیرہ سے متاثر نظر آتے تھے۔ فراق گورکھپوری کے بنیادی موضوعات حسن وعشق، فطرت اور جمالیات ہیں۔

غزل نمبر ۱

۱) فراق گورکھپوری اس شعر میں آزادی کی بشارت دیتے ہیں، فرماتے ہیں کہ غیروں کی حکومت ختم ہونے والی ہے رات کا اندھیرا دم توڑ رہا ہے۔ ایک نئی صبح اپنا نور پھیلا رہی ہے اور نئی زندگی اپنے جوبن پر نظر آ رہی ہے۔

۲) فراق گورکھپوری اس شعر میں جنگ آزادی لڑنے والے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ آزادی کسی پکے ہوئے پھل کی طرح دامن میں نہیں گرتی بلکہ اس کے حاصل کرنے کے لئے جان عزیز بھی قربان کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایک کٹھن راہ ہے اس راہ پر غیر تو غیر اپنے بھی ساتھ نہیں دیتے جو لوگ اپنے جان کو قربان کرنے کیلئے تیار ہیں اُن سے کہو اب تماری منزل قریب آ گئی ہے۔

۳) فراق گھورکھپوری فرماتے ہیں ماحول کو دیکھ کر یہ اندازہ کیا جاتا تھا کہ بہار سامنے کھڑی مسکرا رہی ہے لیکن جب ہم محبوب کی منزل کی تلاش میں نکلے تو آنکھوں میں آنسو آئے۔

۴) شاعر فرماتے ہیں کہ غیروں کی خوشیوں سے بھری ہوئی محفل میں چند لمحے گزار کر یوں لگا تھا کہ جیسے اصل زندگی یہی ہو لیکن آزادی کے متوالوں کو ان خوشیوں سے بھری محفل سے کیا کام انہی تو آزادی کی خاطر قدم قدم پر موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۵) شاعر فرماتے ہیں کہ اس دُنیا میں تمام لوگ انسانیت کے بوجھ کو اُٹھا نہیں پاتے ہیں البتہ جو لوگ اپنے محبوب کے سچے عاشق ہیں وہ سچے انسان دوست بھی ہیں اسلئے یہ بوجھ بھی اے محبوب آپکے عاشقوں کے ذمے ہو گیا۔

غزل نمبر۲

۱) شاعر فرماتے ہیں کہ میں عشق میں بڑے دُکھ اُٹھا چکا ہوں اسلئے اب میرے دل میں محبوب کی کوئی تمنا نہیں رہی لیکن کیا یہ ارادہ قائم رہ سکتا ہے عاشق محبت سے توبہ کرے ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ ارادہ قائم رہنا مشکل ہے۔

۲) شاعر فرماتے ہیں کہ میں محبت کا مارا ہوں لیکن میرا محبوب مجھے کسی خاطر میں نہیں لاتا میں نہ اپنوں میں شمار ہوتا ہوں نہ غیروں میں لیکن میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں میرا دل محبوب کی جلوہ گاہ میں بیٹھا ہوا ہے وہاں سے اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

۳) شاعر فرماتے ہیں کہ اے میرے دوست محبت اور مہربانی دو الگ الگ چیزیں ہیں محبت کچھ اور ہے اور

مہربانی کچھ اور اگر مہربان ہو کر آپ مجھ پر نظر کرم کریں گے تو اُسے محبت نہیں کہیں گے اسی لئے تمہارے اور میرے درمیان جو ناراضگی ہے وہ بے جا نہیں اسکے پیچھے یہی وجہ ہے۔

۴) شاعر فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب ایک لمبی مدت سے مجھے تیری یاد نہیں آتی ہے لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ میں تجھے بالکل ہی بھُلا بیٹھا ہوں بے رحم حالات نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے اسی وجہ سے تمہیں بھی یاد نہیں کرتا۔

۵) شاعر مقطع میں فرماتے ہیں کہ آج محفل میں ویرانی چھائی ہوئی ہے یہاں دوستوں کی محفل میں کوئی گیت یا نغمہ سُنایا نہیں جا رہا ہے شاید اس لئے اس محفل میں فراق جیسا شیریں زبان اور بلند مرتبے کا شاعر موجود نہیں۔

غزل نمبر۳

۱) شاعر فرماتے ہیں کہ محبوب کے ساتھ آنکھوں کے اشاروں سے جو باتیں ہوئیں اُن سے زندگی کے معنی سمجھ میں آ گئے محبت آنکھوں کے ذریعے ہو جاتی ہے اور محبت ہی کائنات کی تخلیق کا راز ہے۔

۲) شاعر فرماتے ہیں کہ میرے لئے موت ہی زندگی بن گئی ہے جب تک میں زندہ رہا ہر پل ہر گھڑی مرتا رہا لیکن اب میں ہر غم سے نجات حاصل کر چکا ہوں موت نے مجھ پر بڑا رحم کیا

۳) فراق گھورکھپوری فرماتے ہیں کہ موجودہ زمانے کا انسان مصیبتوں میں اتنا پھنس چکا ہے کہ وہ دن رات کراہ رہا ہے جسطرح بیمار رات بھر بے چین رہتا ہے اسی طرح آج کی اس دنیا میں انسان رنج و غم میں زندگی بسر کر رہا ہے گویا زندگی اسکے لئے ایک مسلسل عذاب بن گئی ہے۔

۴) شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب جس چیز کو آپ نے چھو لیا وہ حیات ابدی پا گیا کیونکہ آپ کی نظر کرم تازگی اور نئی زندگی عطا کر لی ہے۔

۵) مقطع میں فراق اپنے مالک حقیقی کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدا میں صفتیں ہی صفتیں ہیں اور یہی صفتیں ملکر ایک ذات بن گئی۔

سوالات کے جوابات

صفحہ نمبر۱۰

جواب۱)مسافروں سے مراد " آزادی کی جنگ لڑنے والے جواں مرد" ہیں جو اپنے وطن عزیز کو آزاد کرنے کیلئے قربانیاں دے رہے ہیں۔

جواب۲)دوسری غزل کے مقطع میں احباب کا مجمع ہونے کے باوجود خاموشی کی وجہ یہ ہے کہ اس محفل میں فراق جیسا شریں زبان شاعر موجود ہیں۔

جواب۳)شرح حیات سے مراد ہے اشاروں میں محبت ہو کر زندگی کے راز و رموز سے آگاہی حاصل کرنا ہے۔

سوال نمبر۴: پو پھٹنے سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔ پو پھٹنے سے مراد ہے صبح ہونا، روشنی پھیلانا اندھیرا مٹ جانا یہاں بطورہ استعارہ (Metaphor) آزادی کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔

سوال نمبر۵: منزل جاناں پر شاعر کی آنکھوں میں آنسوں کیوں آئے؟

جواب: منزل جاناں ایک استعارہ ہے جو آزادی کیلئے استعمال کیا گیا ہے آزادی کی جنگ لڑنے والے یہ جانتے تھے کہ اُنکی منزل قریب آگئی ہے تو انکی آنکھوں میں آنسو آگئے

سوال نمبر۶: بزم طرب سے کیا مراد ہے؟

جواب: خوشیوں سے بھری ہوئی محفل بزم طرب کہلاتی ہے۔

تنہا انصاری کی غزلیں

سوال ا:۔مداوا سے کیا مراد ہے؟

جواب مداوا سے مراد علاج ہے۔دل کی بیماری غم کا علاج یا کسی بگڑی بات کو بناتے وقت بھی لفظ مداوا استعمال کیا جا تا ہے۔

سوال ۲:۔شاعر کو پرسش اعمال کا خیال کیوں خوفزدہ کرتا ہے؟

جواب مرنے کے بعد ہر ایک سے اُسکے اعمال کے بارے میں پوچھ تاچھ ہوگی اور پھر اسکے اعمال کے مطابق ہی اسکی سزا یا جزا متعین کی جائیگی چونکہ شاعر کو اپنی کمزوری اور بد اعمال کا پورا پورا احساس ہے جسکی وجہ سے وہ فکر مند اور خوفزدہ ہے اس سے شاعر کی عاجزی انکساری اور ندامت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

سوال ۳:۔خزاں کے تُند جھونکوں سے کیا مراد ہے؟

جواب خزاں کے تُند جھونکوں سے مراد دنیا کے مصائب، مشکلات اور سخت ترین حالات سے دوچار ہونا۔خزاں کے آتے ہی باغوں کی رونق چلی جاتی ہے پھول مُرجھائے جاتے ہیں۔اسی طرح جب انسان رنج وغم میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ بھی ہمت ہار جاتا ہے۔لیکن شاعر کہتا ہے کہ میں ان مصائب وآلام کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہوں ہمت اور حوصلہ سے کام لے کر آگے بڑھتا ہوں۔

سوال ۴:۔ شاعر نے موجوں کے تلاطم کے ساتھ شکستہ ناؤ استعمال کر کے کس بات پر زور دینا چاہا ہے؟

جواب شاعر نے موجوں کے تلاطم کے ساتھ شکستہ ناؤ استعمال کر کے اس بات پر زور دیا ہے۔کہ اگر چہ آنے والے خطرات اور مصائب کا مقابلہ کرنا میرے بس کی بات نہیں لیکن میری کوشش اور ہمت سے میری ٹوٹی ہوئی ناؤ بھی منزل پر پہنچ کر ہی دم لئے گی یعنی میں ہمت اور کوشش سے حالات کا مقابلہ کر کے آگے بڑھتا ہوں۔

سوال ۵:۔ تنہا انصاری کے حالات زندگی اور ان کے ادبی خدمات (خصوصیاتِ کلام) تحریر کیجئے:۔

جواب <u>حالات زندگی:۔</u> تنہا انصاری کا نام حسین علی انصاری ہے۔آپ ۴ فروری <u>۱۹۱۴ء</u> کو کشمیر کے قصبہ بارہمولہ کے ایک گاؤں دلنہ میں پیدا ہوئے۔ان کے والد حسن علی انصاری جو ایک اُستاد اور فارسی عربی کے مانے

ہوئے عالم تھے۔ تنہاؔ انصاری نے ابتدائی تعلیم پہلے گھر میں پھر دلنہ کے مڈل اسکول میں حاصل کی۔ والد صاحب کے انتقال سے مالی دشواریوں کے پیش نظر انھیں ملازمت کرنا پڑی۔ چونکہ پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک، ایف، اے، اور منشی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحانات پاس کئے 1954ء میں جموں وکشمیر یونیورسٹی سے بی، اے اور بی ایڈ کی ڈگری حاصل کی سرینگر کے ٹیچرس ٹریننگ اسکول میں اردو پڑھانے کے استاد مقرر ہوئے۔ اسکے بعد مختلف اسکولوں میں بحیثیت پرنسپل کام کیا۔ حکومت ہند نے 1960ء میں انھیں سال کے بہترین اُستاد ہونے کی بنا پر قومی ایواڈ سے نوازا اور 1969ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔

ادبی خدمات:۔ (خصوصیات کلام) تنہاؔ انصاری کشمیر کے تھے۔ اردو زبان ان کی مادری زبان نہ تھی۔ لیکن انھیں اردو کیساتھ گہرا پیار تھا۔ ان کا شمار کشیر کے صفِ اول کے شاعروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے زندگی کو قریب سے دیکھا ہے۔ ان کی شاعری میں حسن وعشق کے ساتھ ساتھ محبت سچائی اور انسان دوستی کے حسین پھول بھی کھلتے رہے۔ وہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے نثر نگار بھی تھے۔ ان کے خطوط مجموعہ "خاطر احباب" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ تعلیم زبان "صیح اردو بولنے" ان کی دو خاص کتابیں ہیں۔ جو اردو کی درس و مدرسین کے متعلق ہیں۔ شاعری ان کا خاص میدان رہا ہے۔ ان کے شعری مجموعے اردو میں "شبنمستان" اور کشمیری میں "فرات" کے نام سے ان کے انتقال کے بعد شائع ہوا۔ انھوں نے اپنی شاعری سے انسان کو زندگی کا مقابلہ کرنے کا درس دیا ہے نہ کہ حالات کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا۔

ا:۔ مری ہر صبح پر فرقت میں تیری اندھیرا شام غم کا چھا رہا ہے

ج:۔ یہ شعر تنہاؔ انصاری کی ایک غزل سے لیا گیا ہے اس شعر میں وہ فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب تمہاری جدائی کی وجہ سے مجھ پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ میرا عجیب حال ہے نہ دن کو قرار ہے اور نا ہی رات کو سکون نصیب ہوتا ہے یعنی صبح وشام غموں کا سایہ چھایا رہتا ہے۔ اپنی اس حالتِ زار کو تمہیں کیسے سمجھا سکو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

۲:۔ کئے جاتا ہوں میں جتنا مداوا غمِ دل اور بڑھتا جا رہا ہے

ج، یہ شعر تنہاؔ انصاری کی ایک غزل سے لیا گیا ہے اس شعر میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس غم دل کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ یعنی ہر طرح سے اس کا علاج کیا ہے۔ لیکن جس قدر اس غم دل کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی قدر دل کا مرض بڑھتا ہی گیا۔ کس قسم کا سکون میسر نہ ہو سکا بلکہ اب یہ بیماری لا علاج ہو کر رہ گئی ہے۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

۳:۔ میری دنیا سے کٹ کر جانے والے تصور تیرا کیوں تڑپا رہا ہے

ج:۔ شاعر تنہاؔ انصاری اس شعر میں یوں فرماتے ہیں کہ میرے محبوب نے مجھ سے جدائی اختیار کر کے تمام تعلقات توڑ دیے ہیں اور مجھ سے دور رہنے لگے ہیں۔ لیکن ان کا خیال پھر بھی مجھے بار بار بے چین اور بے قرار کرتا ہے ان کی یاد بہت ستاتی رہتی ہے۔ میرے محبوب تمہاری جدائی کو میں کسی بھی صورت میں برداشت نہ کر سکوں گا۔

۴:۔ نقابِ رُخ الٹ کر کس نے رکھ دی فلک پر چاند بھی شرما رہا ہے

ج، شاعر تنہاؔ انصاری اس شعر میں یوں فرماتے ہیں کہ آج میرے محبوب کے چہرے سے کس نے پردہ ہٹایا ہے۔ جسکی وجہ سے ساری کائنات منور ہو گئی ہے۔ کیونکہ میرا محبوب اتنا حسین و جمیل ہے کہ چاند کی روشنی اور اسکی چمک دھمک بھی میرے محبوب کے حُسن کے سامنے پھیکی ہے۔

:۵ خیال پرسشِ اعمال تنہا ابھی سے روح کو تڑپا رہا ہے۔

ج: اس شعر میں شاعر خود سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ میری زندگی کی کتاب گناہوں اور بداعمالیوں سے بھری پڑی ہے۔ قیامت کے روز جب مجھ سے اس بارے میں سوال و جواب ہونگے میرا نامہ اعمال سامنے رکھکر تو میں کیا جواب دونگا یہی خیال آتے ہی میری روح کانپ اُٹھتی ہے اور میں بے چین اور فکر مند ہو جاتا ہوں۔

۱:۔ تیری فرقت میں مجھ پر ہر گھڑی جو کچھ گزرتی ہے سمجھتا خود ہوں لیکن تم کو سمجھانا نہیں آتا۔

ج شاعر تنہاؔ انصاری اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب تیری جدائی کی وجہ سے مجھے بے چینی اور بے قراری کے سوا کچھ بھی نہ مِلا میں دن رات تمہارے غم میں تڑپتا رہا۔ اپنی اس حالت سے میں بالکل باخبر ہوں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی اس حالتِ زار کو آپ کے سامنے کیسے پیش کروں بقول جگن ناتھ آزادؔ سمجھ سکتا ہوں

میں اُسکو مگر سمجھا نہیں سکتا۔

۲:۔ میں گل ہوں مسکرار ہتا ہوں طوفانوں کے عالم میں خزاں کے تند جھونکوں میں بھی مرجھانا نہیں آتا

ج: شاعر تنہاؔ انصاری اس شعر میں فرماتے ہیں کہ وہ پھول ہوں جو تیز اور تُند ہواوں میں بھی ڈال پر مسکراتا رہتا ہوں۔ یہاں تک کہ خزاں کا موسم بھی میرا کچھ نہں بگاڑ سکتا۔یعنی دکھ، درد، رنج وغم سے میں نہیں ڈرتا بلکہ ہر حال میں خوش وخرم رہتا ہوں حالات کیسے بھی ہو میں مقابلہ کرنا خوب جانتا ہوں۔

۳:۔ شکستہ ناوا اپنی اور موجوں کا تلاطم ہے ہو کچھ بھی ساتھیو مجھ کوتو گھبرانا نہں آتا

ج:اس شعر میں شاعر خود سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں اگر چہ میری ناو کمزور اور ٹوٹی ہوئی ہے اور اس پر بے رحم لہروں کا زور دیکھ ڈر سا محسوس ہوتا ہے۔لیکن میرے ساتھیو کچھ بھی ہو میں اپنی ہمت اور حوصلے سے ناؤ کو منزلِ مُقصود تک پہنچا کر ہی دم لوں گا کیونکہ حالات کو دیکھکر میں گھبراتا نہیں بلکہ ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرنا خوب جانتا ہوں۔

۴:۔ چٹانوں کو ہٹانا ٹھوکروں سے مجھ کو آتا ہے مگر نازک سی امیدوں کو ٹھکرانا نہیں آتا

ج:۔اس شعر میں شاعر خود سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ حقیقی بہادر دنیا کی بڑی بڑی ہستیوں کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں۔ کیونکہ وہ زمانے سے نہیں بلکہ زمانہ اُن سے ہے، زمانے کی ہر ادا اِن کی ٹھوکر میں ہوتی ہے۔لیکن اگر ان کی نرمی اور انکساری کا حال دیکھا جائے تو معمولی سی اُمید کو بُر لانے میں وہ انکار نہیں کرسکتے ہیں۔

۵:۔ تڑپنے ہی میں لطف زندگی حاصل ہوا تنہاؔ تڑپنا خود تو ہوں اوروں کو تڑپانا نہیں آتا

ج:۔ شاعر تنہاؔ انصاری غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں کہ میری ساری زندگی کشمکش اوجدوجہد میں گذری ہے۔ ساری زندگی رنج وغم دکھ درد مصائب وآلام میں مبتلا رہی ہر وقت تڑپتا رہا ہوں۔ بے چینی اور بے قراری نے قدم قدم پر گھیر لیا ہے۔اگر دیکھا جائے تو زندگی کا اصلی مزہ بھی تو تڑپنے میں ہی ہے۔لیکن میں نے اپنی اس حالات کو دوسروں کی پریشانی کا باعث کبھی نہ ہونے دیا۔

(تعلیم سے بے توجہی کا نتیجہ)

تشریح

جنھوں نے کی تعلیم کی قدر و قیمت　　　　نہ جانی، مسلّط ہوئی ان پہ ظلمت
ملوک اور سلاطیں نے کھوئی حکومت　　　　گھرانوں پہ چھائی امیروں کی نکبت
رہے خاندانی نہ عزّت کے قابل
ہوئے سارے دعوے شرافت کے باطل

حالؔی تعلیم کی اہمیت اُجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیا میں جن لوگوں نے تعلیم کی قدر و قیمت نہیں سمجھی تو وہ اندھیروں کے شکار ہو گئے۔ علم کی کوتاہی کی وجہ سے بادشاہوں کی بادشاہتیں کھو گئیں۔ علم سے دور رہ کر امیر اور مالدار لوگ مفلس اور نادار بن گئے اور خاندانی لوگوں نے اپنی عزّت اور اپنا وقار کھو دیا۔

نہ چلتے ہیں واں کام کاریگروں کے　　　　نہ برکت ہے پیشہ میں پیشہ وروں کے
بگڑنے لگے کھیل سوداگروں کے　　　　ہوئے بند دروازے اکثر گھروں کے
کماتے تھے دولت جو دن رات بیٹھے
وہ اب ہیں دھرے ہاتھ پر ہاتھ بیٹھے

تعلیم سے بے توجہی برتنے کی وجہ سے کاریگروں اور پیشہ وروں کے کام میں کمی آئی۔ تجارت پیشہ لوگ بدحال ہوئے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ اس قدر خستہ حال ہوئے کہ ان کے گھروں میں تالے پڑ گئے۔ تعلیم سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے کھاتے پیتے اور دولت مند لوگ بے کار ہوئے کیونکہ وہ زمانے کے ساتھ چل نہ سکے۔

ہنر اور فن واں ہیں سب گھٹتے جاتے　　ہنر مند ہیں روز و شب گھٹتے جاتے
ادیبوں کے فضل و ادب گھٹتے جاتے　　طبیب اور ان کے مطب گھٹتے جاتے
ہوئے پست سب فلسفی اور مناظر

نہ ناظم ہیں سرسبزان کے، نہ ناثر

جو ہنر اور فن جاننے والے لوگ ہیں، وہ بھی اگر تعلیم سے دور رہیں اور جدید علوم وفنون حاصل نہ کر سکیں تو ان کے ہنر اور فن روز بروز گھٹتے جائیں گے۔ ادیب بھی اگر نئے علمی تقاضوں کو پورا نہ کر سکے تو وہ کوئی مفید ادب تخلیق نہیں کر سکتے۔ تعلیم سے بے توجہی برتنے والے چاہے حکیم ہوں یا فلاسفر، ان کے کام بے سود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ نا اہل ہو جاتے ہیں۔ ان سے وابستہ ناظم اور ان کی تحریروں کو چھاپنے والے سب پست ہو جاتے ہیں۔

اگر اک پہننے کو ٹوپی بنائیں　　　تو کپڑا وہ اک اور دنیا سے لائیں
جو سینے کو وہ اک سوئی منگائیں　　　تو مشرق سے مغرب میں لینے کو جائیں

ہر اک شے میں غیروں کے محتاج ہیں وہ
مِکینکس کی رو میں تاراج ہیں وہ

فرماتے ہیں کہ اگر ہندوستانی کاریگروں کو ایک ٹوپی بھی سینی ہو تو ٹوپی کے لئے ان کے پاس عمدہ کپڑا میسّر نہیں اور جس سوئی سے وہ سینے کا کام کرتے ہیں وہ بھی دوسرے ممالک سے منگوانی پڑتی ہیں۔ گویا مِکینکس، سائنس اور ٹیکنالوجی میں یہاں کے لوگ بہت پیچھے ہیں اور اس کی وجہ جدید تعلیم سے بے توجہی ہے۔

جو مغرب سے آئے نہ مالِ تجارت　　　تو مر جائیں بھوکے وہاں اہلِ حرفت
ہو تجّار پر بند راہِ معیشت　　　دکانوں میں ڈھونڈیں نہ پائیں بضاعت

پرائے سہارے ہیں بیوپارواں سب
طفیلی ہیں سیٹھ اور تجّارواں سب

اگر مغربی ممالک سے تجارت کا مال نہ آئے جو کہ وہاں کے کارخانوں کی پیداوار ہے تو تجارت پر گذارہ کرنے والے لوگ بھوکے مر جائیں گے، مزید اس کے یہ نتائج بھی نکلیں گے کہ تجارت پیشہ لوگوں کے

لئے معاشی اور اقتصادی راستے بند ہو جائیں گے اور دکانوں پر مال دیکھنے کو نہیں ملے گا۔ گویا یہ بیوپاری اور تجارت پیشہ لوگ غیروں کے سہارے جیتے ہیں۔ جتنے بڑے بڑے تاجر ہیں تعلیم کے بغیر ان کی اپنی کوئی بنیاد نہیں ہوگی بلکہ وہ دوسروں کے بھروسے سے اپنا کام چلاتے ہیں۔

یہ ہیں ترکِ تعلیم کی سب سزائیں　　　وہ کاش اب بھی غفلت سے باز آئیں

مبادہ راہِ آفیت پھر نہ پائیں　　　کہ ہیں بے پناہ آنے والی بلائیں

ہوا بڑھتی جاتی سر رہ گزر رہے

چراغوں کو فانوس بن اب خطر ہے

جن مشکلات اور کوتاہیوں کا ابھی تک ذکر کیا گیا ہے، یہ سب تعلیم سے دوری کی سزائیں ہے۔ خدا کریں کہ میری قوم غفلت اور لاپرواہی سے باز آ جائے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر بہتری کی کوئی صورت باقی نہ بچے، کیونکہ آنے والا وقت بہت کٹھن ہوگا۔ وقت کی ایسی ہوا چلنے والی ہے جو چراغوں کو بجھا دے گی اور صرف وہی چراغ بچ پائیں گے جو فانوسوں میں محفوظ ہوں گے، یعنی جن لوگوں نے تعلیم کے زیور سے خود کو آراستہ کیا ہوگا اور جو جدید تعلیم سے واقف ہوں گے، وہی وقت کی تیز ہوا کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اپنے آپ کو تباہ ہونے سے بچا سکتے ہیں۔

لئے فرد بخشی دوراں کھڑا ہے　　　ہر اک فوج کا جائزہ لے رہا ہے

جنہیں ماہر اور کرتبی دیکھتا ہے　　　انہیں بخشا تیغ و طبل و نوا ہے

یہ ہیں بے ہنر یک قلم چھٹتے جاتے

رسالوں سے نام ان کے ہیں کٹتے جاتے

نئے زمانے کا فوجی عہدے دار کھڑے کھڑے فوج کی ٹولیوں کا (لوگوں کا) جائزہ لے رہا ہے کہ کون زمانے کے ساتھ چلنے والا ہے اور کون نہیں ہے۔ وہ جن لوگوں کو وقت کی ضروریات کے مطابق ڈھلنے کے قابل سمجھتا ہے اور جن میں ہوشیاری اور زمانہ سازی دیکھتا ہے، ان کو ہی زندگی کے ساز و سامان سے نوازتا

ہے اور جو بے ہنر ہیں، ان کو رد کیا جاتا ہے اور فوجی ٹولیوں میں سے ان کے نام کاٹ دیتا ہے، یعنی جن لوگوں میں نئے دور کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، ان کے نام کو ترقی اور بہبود کی فہرست سے نکال دیا جاتا ہے۔ چنانچہ صرف وہی لوگ جو جدید تعلیم کے زیور سے اپنے آپ کو آراستہ کریں گے، وہی وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ چاہے وہ ایک اکیلا فرد ہو یا ایک جماعت یا قوم۔ شاعر ہندوستانی قوم کو جھنجھوڑتا ہے کہ وہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائیں اور جدید تعلیم سے اپنے آپ کو بہرہ ور کریں تا کہ ان کا ملک ترقی کی منزلیں طے کریں اور دنیا کی دوسری ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑا ہو سکے۔

سوالات:۔

سوال ۱۔ تعلیم کی قدر و قیمت کیا ہے؟

جواب۔ تعلیم روشنی ہے۔ تعلیم سے انسان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ زندگی میں کامیابی اور کامرانی کے لئے تعلیم لازمی ہے۔ تعلیم کے بغیر انسان ایک اندھے کی طرح ہے جس کو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

سوال ۲۔ حکومت اور قوموں پر زوال کیسے آتا ہے؟

جواب۔ جدید تعلیم سے بے توجہی برتنے سے اور خود کو اس انمول دولت سے دور رکھنے سے حکومتوں اور قوموں کو زوال آتا ہے۔

سوال ۳۔ شرافت اور عزّت کا معیار کیا ہے؟

جواب۔ شرافت اور عزّت کا معیار تعلیم ہے۔ تعلیم کے حصول سے انسان کی شرافت اور عزّت میں بہتری آتی ہے۔

سوال ۴۔ ترک تعلیم کے کیا کیا نقصانات ہیں؟

جواب۔ ترک تعلیم انسان کو وقت کے ساتھ ساتھ چلنے سے روکتی ہے۔ تعلیم سے دور رہنے والا زندگی کے ہر میدان مین پیچھے رہتا ہے۔

سوال ۵۔ کسی ملک اور وہاں کی عوام کی ترقّی کن چیزوں سے ہو سکتی ہے؟

جواب۔ کسی ملک اور وہاں کے عوام کی ترقّی جدید تعلیم حاصل کرنے سے اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان مین پیش پیش رہنے سے ہو سکتی ہے۔

نوٹ: فعل کے مختلف اقسام (مفرد، مرکب، لازم) بحوالہ نگار اُردو گرامر۔